بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسان کی اصل قوت دل کی قوت ہے اور دل کی قوت ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔ ایمان سرسبز وشاداب ذکرِ الٰہی کی بارش سے رہتا ہے۔ ذکرِ الٰہی یوں تو سانس کی طرح ہر وقت ایمانی زندگی کے لیے ضروری ہے اس لیے کہ انسان ہر وقت شیطان سے مصروفِ جنگ ہے لیکن حالات زیادہ صبر آزما ہوں تو یہ ذکر بھی زیادہ مقدار میں مطلوب ہوگا۔ مومن کے اندر عزم کا سرچشمہ یہی ہے۔

نیز دنیا میں جو کچھ گمراہی پھیلی ہے اس کا سبب صرف انسان کا اس بات کو بھول جانا ہے کہ خدا اس کا رب ہے اور وہ اس کا بندہ ہے اور دنیا میں اس کو آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے اور دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد اسے اپنے رب کو حساب دینا ہوگا۔ پس جو شخص راہِ راست پر چلنا اور دوسروں کو اس کی دعوت دینا چاہتا ہو اُس کو سخت اہتمام کرنا چاہیے کہ یہ بھول کہیں خود اس کو لاحق نہ ہوجائے۔ اسی لیے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں نماز، ذکرِ الٰہی اور دائمی توجہ الی اللہ کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’اور اپنے رب کا ذکر کرو، اپنے جی میں، گڑگڑا کر اور خوف کی کیفیت کے ساتھ‘‘۔ (الاعراف ۷:۲۰۵)

فضائل ذِکر..... قرآن کی روشنی میں

- ’’اور تم ان میں سے نہ ہوجانا جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ پھر (اُس کے بدلے میں) اللہ نے اُن کو اُن کے نفس بھلا دیے۔ (نتیجتاً وہ اپنے آپ کو بھلا بیٹھے)‘‘۔ (الحشر ۵۹:۱۹)
- ’’اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے اس کے بندے اور اس کی بندیاں۔ اللہ نے اپنے ان بندوں اور بندیوں کے لیے تیار رکھی ہے خاص بخشش اور عظیم ثواب‘‘۔ (الاحزاب ۳۳:۳۵)
- ’’اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو ایسے ہی لوگ (آخرکار) گھاٹے میں رہیں گے‘‘۔ (المنافقون ۶۳:۹)
- ’’میرے بندو! تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا‘‘۔ (البقرہ ۲:۱۵۲)
- ’’جس نے میرے ذکر سے منہ موڑا اُس کے لیے تنگی کا جینا ہوگا‘‘۔ (طٰہٰ ۲۰:۱۲۴)
- حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کی وجہ بھی تسبیح ہی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

’’سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو روزِ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں (پڑا) رہتا‘‘۔ (الصافات ۳۷:۱۴۳۔۱۴۴)

فضائل ذِکر..... احادیث مبارکہ کی روشنی میں

آپ ﷺ نے فرمایا:

- ’’جو شخص کہیں بیٹھا یا لیٹا اور اس نشست میں اُس نے اللہ کو یاد نہیں کیا تو یہ

نشست اُس کے لیے بڑی حسرت اور خسارے کا باعث ہوگی‘‘۔ (ابوداوٗد:۴۸۵۶)

- ’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میرا بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے جی میں اس طرح یاد کرے کہ کسی اور کو خبر بھی نہ ہو تو میں بھی اُس کو اسی طرح یاد کروں گا اور اگر وہ دوسرے لوگوں کے سامنے مجھے یاد کرے تو میں اُن سے بہتر (یعنی ملائکہ کی) جماعت میں اُس کا ذکر کروں گا‘‘۔ (بخاری:۷۴۰۵)

ذکر کے ذرائع

نماز

نماز ذکرِ الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ یہ بات واضح کی گئی ہے کہ خدا کی راہ میں شیطان اور اُس کے ساتھیوں کی طرف سے جو مزاحمتیں پیش آتی ہیں اُن کے مقابلے کے لیے روحانی طاقت نماز ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ یہی چیز بندے کو خدا سے جوڑتی ہے اور جب بندہ اپنے رب سے جڑ جاتا ہے تو اُس پر انوار و برکاتِ رحمانی کا فیضان ہوتا ہے۔ دل وسوسوں اور کمزوریوں سے پاک ہوکر پورے عزم و حوصلے سے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔

قرآن مجید

قرآن مجید کی تلاوت بھی ’ذکر اللہ‘ کی ایک قسم ہے اور بعض حیثیتوں سے سب سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ اس میں بندے کی مشغولیت اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

’’ایک شخص جو قرآن مجید کی تلاوت میں اس درجے مشغول رہتا ہے کہ دیگر وظائف اور اللہ سے دعا و سوال کی فرصت نہیں پاتا تو اللہ تعالیٰ اُس کے بارے میں خود فرماتا ہے کہ وہ اُس پر خوش ہوکر وہ تمام چیزیں اُس کو عطا کر دیتا ہے جن کے بارے میں وہ اللہ کے حضور دستِ سوال دراز کرنا چاہتا تھا‘‘۔ (ترمذی:۲۹۲۶)

دُرود

دُرود کا حکم ہمیں قرآن میں یوں دیا گیا ہے:

’’اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو! تم بھی پیغمبر ﷺ پر درود و سلام بھیجا کرو‘‘۔ (الاحزاب ۳۳:۵۶)

قرآن میں یہ انداز دوسرے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کے لیے بھی اختیار نہیں کیا گیا کہ خدا اور اس کے فرشتے یہ کام کرتے ہیں تم بھی کرو۔ دُرود دُعا ہے اللہ کے حضور، کہ اے رب جس طرح تیرے نبی ﷺ نے ہم پر بے پایاں احسانات فرمائے ہیں تُو بھی ان پر بے حد و حساب عنایات فرما۔ اُن کا مرتبہ دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ بلند فرما۔ دُرود تو فطری طور پر ہر اُس مسلمان کے دل سے نکلے گا جسے یہ احساس ہو کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بعد ہمارے سب سے بڑے محسن ہیں اور جتنا زیادہ آدمی اُن کے احسانات کا قدرشناس ہوگا اُتنا

ہی زیادہ حضور ﷺ پر دُرود بھیجے گا۔

پھر ذرا غور کریں اگر آپ کو معلوم ہو کہ اللہ کا فلاں بندہ آپ اور آپ کے سب متعلقین کے لیے اچھی اچھی دعائیں اہتمام اور خلوص کے ساتھ کرتا ہے تو آپ کے دل میں اُس کی کتنی قدر و محبت ہوگی۔ پھر جب کبھی وہ بندہ آپ سے ملے گا تو آپ کس طرح اُس سے ملیں گے۔ اس مثال سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جو بندہ ایمان واخلاص کے ساتھ رسول ﷺ پر کثرت سے دُرود پڑھے گا اُس پر آپ ﷺ کی کیسی نظرِ عنایت ہوگی اور قیامت و آخرت میں اُس کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ کیا ہوگا۔ اور رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا جو مقام حاصل ہے اُس کے پیشِ نظر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس بندہ سے اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوگا اور اُس پر اللہ کا کتنا کرم ہوگا۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

- ’’اصلی بخیل اور کنجوس آدمی وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر دُرود نہ بھیجے‘‘۔ (ترمذی:۳۵۴۶)
- ’’جس نے مجھ پر ایک مرتبہ دُرود بھیجا، اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا‘‘۔ (نسائی:۱۲۹۸)

دُعا

قرآن کے مطابق انسان کی تخلیق کا اصل مقصد عبادت ہے اور حدیث کے مطابق:

’’دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے‘‘۔ (ترمذی:۳۳۷۱)

لہٰذا انسانوں کے اعمال میں دعا ہی سب سے زیادہ محترم اور قیمتی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کو کھینچنے کی سب سے زیادہ طاقت اسی میں ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

- ’’کوئی چیز نہیں ہے جو دعا سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عزت والی ہو‘‘۔ (مسند احمد:۵۵۸۷)
- ’’جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوجاتا ہے‘‘۔ (مسند احمد:۵۵۸۸)
- ’’جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول اور عطا فرمائے گا اور جان لو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اُس کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل (دُعا کے وقت) اللہ تعالیٰ سے غافل اور بے پرواہ ہو‘‘۔ (مسند احمد:۵۶۰۵)
- ’’تمہاری دعائیں اس وقت تک قبول ہوتی ہیں جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لیا جائے۔ جلد بازی یہ ہے کہ بندہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی مگر وہ قبول نہیں ہوتی‘‘۔ (بخاری:۶۳۴۰)
- ’’جو مومن بندہ کوئی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور نہ قطع رحمی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا ہوتی ہے، یا تو جو اُس نے مانگا وہی اُس کو ہاتھ کے ہاتھ عطا فرما دیا جاتا ہے یا

اُس کی دُعا کو آخرت میں اُس کا ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے یا آنے والی کوئی مصیبت اور تکلیف اس دعا کے حساب میں روک دی جاتی ہے‘‘۔ (مسند احمد:۵۵۸۵)

اُمتِ مسلمہ کو حضور ﷺ کے ذریعے روحانی دولتوں کے جو خزانے ملے ہیں اُن میں سب سے بیش قیمت خزانہ اُن دعاؤں کا ہے جو مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ سے خود آپ ﷺ نے کیں یا اُمت کو ان کی تلقین فرمائی۔ اِن دُعاؤں کا ایک عام عملی پہلو یہ بھی ہے کہ اِن سے دعا کرنے اور اللہ سے اپنی حاجتیں مانگنے کا سلیقہ اور طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا قرآن وحدیث کی بتائی ہوئی دُعاؤں کا ورد رکھنے اور اُن کے الفاظ اور مفہوم پر غور کرنے سے ذہن وفکر کی یہ تربیت بھی ہوتی ہے کہ مومن کی تمنائیں اور التجائیں کیا ہونی چاہئیں۔ اس لیے برابر کوشش کرتے رہیں کہ آپ کو اللہ سے مانگنے کے لیے دعا کے وہی الفاظ یاد ہوجائیں جو قرآن پاک اور احادیثِ رسول ﷺ میں آئے ہیں۔ ظاہر ہے اُن سے اچھے الفاظ اور انداز کوئی کہاں سے لائے گا۔ اور پھر دین ودنیا کی کوئی حاجت اور خیر کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے لیے دعا نہ سکھائی گئی ہو۔ ویسے دعا کے لیے کسی زبان، انداز یا الفاظ کی کوئی قید نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ قرآنی اور مسنون دُعاؤں کو حفظ کر لیا جائے اور مختلف اوقات میں چلتے پھرتے اور نماز اور نمازوں کے بعد جب یاد آئے اِن کو پڑھتے رہیے۔ یہ دعائیں سجدے میں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ حضور ﷺ نے تقریباً تمام موقعوں کے لیے دعائیں سکھائی ہیں۔ اِن کے لیے نہ وضو، نہ ہاتھ اُٹھانے کی، نہ بولنے کی شرط ہے۔ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے مانگ لیں۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا آسان ترین اور مختصر ترین راستہ یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہے۔ دعا کرتا رہے، جو دکھ، پریشانی، حاجت ہو، بس اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ مثلاً اگر گرمی لگ رہی ہے تو کہیں: اے اللہ! گرمی دور فرما دیجیے .... بجلی چلی گئی: یا اللہ! بجلی عطا فرما دیجیے .... بھوک لگ رہی ہے: یا اللہ! اچھا کھانا دے دیجیے .... گھر میں داخل ہو رہے ہیں کہیں: یا اللہ! گھر میں اچھا منظر سامنے آئے .... دفتر میں داخل ہونے سے پہلے کہیں: یا اللہ! دفتر جا رہا ہوں، غلط کام سے بچانا .... بازار جا رہے ہیں کہیں: یا اللہ! فلاں چیز خریدنے جا رہا ہوں، مناسب قیمت پر مناسب چیز دلا دیجیے .... ڈاکٹر کے پاس دوا لینے جا رہے ہیں تو کہیں یا اللہ! ڈاکٹر کے دل میں صحیح دوا ڈال دیجیے ..... بظاہر یہ معمولی سا کام ہے لیکن آپ کر کے تو دیکھیے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

’’تم میں سے ہر شخص کو اپنی حاجت اللہ سے مانگنی چاہیے حتیٰ کہ اگر اِس کی جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ سے دعا کرے‘‘۔

(مشکوۃ:۲۲۵۱)

یعنی جو معاملات بظاہر آدمی کو اپنے اختیار میں محسوس ہوتے ہیں اُن میں بھی تدبیر کرنے سے پہلے اللہ سے مدد مانگنی چاہیے۔ اس لیے کہ کسی معاملے میں بھی ہماری کوئی تدبیر اللہ کی توفیق وتائید کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی اور تدبیر سے پہلے دعا کے معنی یہ ہیں کہ بندہ ہر وقت اپنی عاجزی اور اللہ کی بالا دستی کا

اعتراف کر رہا ہے۔ دعا جس قدر دل کی گہرائی سے اور اپنے آپ کو جس قدر عاجز اور بے بس سمجھ کر اور اللہ کی قدرت اور رحمت کے جتنے یقین کے ساتھ کی جائے گی اسی قدر اس کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہوگی۔

یہ خیال رکھنا چاہیے کہ دعا دراصل ان دعائیہ الفاظ کا نام نہیں جو زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ الفاظ تو دعا کا لباس ہیں۔ دعا کی حقیقت انسان کے قلب اور اُس کی روح کی طلب اور تڑپ ہے۔ اگر زبان سے آپ دعا کے کلمات دہرا رہے ہوں مگر آپ کی اصل ہستی کسی اور طرف متوجہ ہو تو نہ آپ نے مانگا اور نہ آپ کو ملے گا۔ دعا ہمیشہ نیک مقاصد کے لیے کیجیے۔ ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو خدا کی ہدایت کے مطابق سنوارنے اور سدھارنے کی کوشش بھی کیجیے۔ وہ ذات بابرکات گو گنہگاروں کو بھی اپنے در سے خالی نہیں لوٹاتی، تاہم حرام کھا کر، حرام پی کر، حرام پہن کر اگر یہ توقع کی جائے کہ میری دعا قبول ہوگی تو یہ زبردست نادانی اور ڈھٹائی کی بات ہے۔ دعا کو قابل قبول بنانے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کا قول و عمل بھی دین کی ہدایت کے مطابق ہو۔ دعا کا ایک ادب یہ ہے کہ کسی دوسرے کے لیے دعا کرنا ہو تو پہلے اللہ سے اپنے لیے مانگیں اس کے بعد دوسرے کے لیے۔ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پھر اُس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجیں، اور اس کے بعد جو چاہے اللہ سے مانگیں۔ آخر میں آمین کہہ کر دعا ختم کیجیے۔

استغفار و توبہ

دعا ہی کی ایک قسم 'استغفار' ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی اور بخشش مانگنا۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو گناہ اور نافرمانی یا ناپسندیدہ عمل بندے سے سرزد ہو جائے اُس کے برے انجام کے خوف کے ساتھ اُس پر اُسے دلی رنج وندامت ہو اور آئندہ کے لیے اس سے بچے رہنے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا وہ عزم اور فیصلہ کرے۔

استغفار و توبہ کے وقت بندہ چونکہ اپنی گنہگاری اور غلطی کے احساس کی وجہ سے انتہائی ندامت اور احساسِ پستی کی حالت میں ہوتا ہے اور گناہ کی شرمندگی کی وجہ سے مالک کو منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتا اس لیے بندے کے احساسِ بندگی اور عاجزی کی جو کیفیت استغفار و توبہ کے وقت ہوتی ہے وہ کسی دوسری دعا کے وقت نہیں ہوتی بلکہ نہیں ہو سکتی۔ اسی بناء پر استغفار و توبہ دراصل اعلیٰ درجہ کی عبادت اور قرب الٰہی کے مقامات میں بلند ترین مقام ہے۔

عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ استغفار و توبہ گنہگاروں کا کام ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص مقرب بندے یہاں تک کہ انبیاء جو گناہوں سے محفوظ و معصوم ہوتے ہیں اُن کا حال یہ ہوتا ہے کہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی وہ محسوس کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق بالکل ادا نہ ہو سکا۔ اس لیے وہ برابر توبہ استغفار کرتے ہیں۔ بہرحال توبہ و استغفار گنہگاروں کے لیے مغفرت اور رحمت کا ذریعہ اور مقربین و معصومین کے لیے درجات کی بے انتہا ترقی کا وسیلہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

- ''خدا کی قسم میں دن میں ستر دفعہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ اور استغفار کرتا ہوں''۔ (بخاری:۶۳۰۷)
- ''اللہ تعالیٰ ہر رات کو اپنی مغفرت ورحمت کا ہاتھ بڑھاتا ہے کہ دن کے گنہگار توبہ کرلیں اور ہر دن کو ہاتھ بڑھاتا ہے کہ رات کے گنہگار توبہ کرلیں''۔ (مسلم:۶۹۸۹)

ایسی احادیث کو سن کر گناہوں پر دلیر ہونا نہیں چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھنی چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ ایسے رحیم و کریم آقا کی نافرمانی تو بڑی بری بات ہے۔ احادیث کا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی مومن بندے سے اگر گناہ ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو بلکہ توبہ کر کے اِس گناہ کے داغ، دھبے دھو ڈالے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اُس کو معاف کر دیں گے اور بجائے ناراضگی اور غصے کے اللہ تعالیٰ اُس سے زیادہ خوش ہوں گے۔ جو شخص یہ سب عمل ہو جانے کے بعد بھی گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی رضامندی اور رحمت حاصل نہ کرے بلاشبہ وہ بڑا ہی محروم اور بے نصیب ہے۔

بہت سے لوگ اس خیال سے توبہ میں جلدی نہیں کرتے کہ ابھی کیا ہے، ابھی تو ہم تندرست ہیں، مرنے سے پہلے توبہ کرلیں گے۔ یہ بہت بڑا شیطانی فریب ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کب موت آجائے۔ اس لیے جب کوئی گناہ ہو جائے تو جلد از جلد توبہ کر لینا ہی عقلمندی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> ''صرف اُن لوگوں کی توبہ قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے جو نادانی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں تو اُن کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور اللہ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔ اور اُن لوگوں کی کچھ توبہ نہیں جو (عمر بھر) برے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اُن میں سے جب کسی کے بالکل سامنے موت آجاتی ہے تو کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی اور نہ اُن کی توبہ قبول ہوگی جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔ اُن سب کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے''۔ (النساء ۴:۱۷۔۱۸)

پس جو زندگی باقی ہے اُسے غنیمت سمجھنا چاہیے اور توبہ کرنے اور اپنی حالت درست کرنے میں بالکل دیر نہ کرنی چاہیے۔ معلوم نہیں موت کس وقت سر پر آجائے اور اس وقت ہمیں اُس کی توفیق بھی ملے یا نہ ملے۔

عموماً ہم دیکھتے ہیں کہ جو جس حالت میں جیتا ہے وہ اُسی حالت میں مرتا ہے، یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ ایک شخص عمر بھر تو اللہ سے غافل رہے، اُس کی نافرمانیاں کرتا رہے، لیکن مرنے سے ایک یا دو دن پہلے وہ ایک مرتبہ توبہ کر کے ولی ہو جائے اس لیے جو شخص چاہتا ہے کہ وہ نیکی کی حالت میں مرے، اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ زندگی ہی میں نیک بن جائے، اللہ کے فضل سے امید ہے کہ اُس کا خاتمہ ضرور اچھا ہوگا اور قیامت میں نیکوں کے

ساتھ اُس کا حشر ہوگا۔

توبہ کے متعلق ایک ضروری بات یہ ہے کہ بندہ اگر کسی گناہ سے توبہ کر لے اور پھر اُس سے وہی گناہ ہو جائے تو بھی اللہ کی رحمت سے ہرگز نا اُمید نہ ہو، بلکہ پھر توبہ کر لے اور پھر ٹوٹے، تو پھر توبہ کر لے۔ اس طرح سینکڑوں، ہزاروں دفعہ بھی اس کی توبہ ٹوٹے تو بھی نا اُمید نہ ہو جب بھی وہ سچے دل سے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اُس کی توبہ قبول کر لیں گے اور اس کو معاف فرماتے رہیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> ''خوشخبری ہو اور مبارک ہو اُس آدمی کو جس کے اعمال نامہ میں استغفار کثرت سے درج ہے''۔ (سنن ابن ماجہ:۳۸۱۸)

اسمائے حسنیٰ

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ایک بڑی جامع شکل یہ بھی ہے کہ بندہ عظمت اور محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ جس نے اِن کو محفوظ کیا اور ان کی نگہداشت کی وہ جنت میں جائے گا''۔ (بخاری:۲۷۳۶)

یعنی جو اِن صفات کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوگا۔

آخری بات

جس طرح بہترین غذا یا دوا اُس وقت تک بے کار اور بے اثر رہتی ہے جب تک انسان صحت کے لیے مضر صحت چیزوں سے نہیں بچتا۔ اسی طرح ذکرِ الٰہی کی تاثیر کبائر کے ارتکاب اور فرائض کے ترک کی وجہ سے ختم یا کم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ذکر کے ساتھ اعمالِ صالح بھی نہایت ضروری ہیں۔ ورنہ اس کی مثال اُس مسافر کی سی ہوگی جو دو گھنٹہ کے لیے تو اپنی منزل کی طرف چلے اور پھر سارا دن اس کے عین مخالف سمت میں چلتا رہے۔ ایسا شخص منزل پر کیسے پہنچ سکتا ہے؟

آدمی اگر اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے اللہ کے ذکر کا اہتمام رکھے تو اس کی برکت سے آدمی کے وہ کام بھی عبادت بن جاتے ہیں جو بظاہر دنیا کے کام خیال کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت اور کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی نشانیوں پر غور بھی افضل الذکر ہے۔ اسی سے ہی ذکر کے اصل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ یہ نہ ہو تو ذکر محض زبان کی ورزش بن کر رہ جاتا ہے۔ زندگی پر اس کا کوئی مفید اثر نہیں پڑتا۔ جو شخص ان اذکار کے بغیر زندگی بسر کر رہا ہے اُس کی حالت اس سپاہی کی سی ہے جو ہتھیار کے بغیر میدانِ جنگ میں گھس جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ذکر و دعا کی دولت حاصل کرنے اور اِس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی زندہ اور تابندہ تعلق کے پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین!!

الدال علی الخیر کفاعلہ

بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا بھلائی کرنے والے ہی کی مانند ہے

13

: 0092-333-5115922

: pyamedost@hotmail.com

: www.pyamedost.org

5/- PKR EACH

خود پڑھیے، دوسروں کو پڑھائیے، یہ صدقہ جاریہ ہے

فضائلِ ذکر

مستند علماء کی منتخب تحریروں سے مرتب شدہ